OPEN ACCESS
Hazara Islamicus
ISSN (Oline): 2410-8065
ISSN (Print):2305-3283
www.hazaraislamicus.hu.edu.pk

Hazara Islamicus, Vol.:8, Issue: 1,
Jan-Jun 2019 PP:27-40

ابتدائے عالم سے متعلق تاریخ مسعودی کی روایات کا تنقیدی جائزہ

A critical analysis of historical narrations of Mas.ui regarding the creation of universe

Scan for Download

Barkat Ullah khan Qureshi
Ph.D Scholar Department of Islamic studies and Arabic
Gomal University D.I.Khan

Dr. Manzoor Ahmad
Assistant Professor Department of Islamic studies and Arabic
Gomal University D.I.Khan

Abstract

When the human being think about the universe and its proper functioning ultimately he has a question in his mind about its creation. Again and again he think about himself and focused on his own creation. Although creation of universe and other creatures are realities, therefore a number of philosophers, researchers and historian put their focus on beginning of human life.

When historical events become a branch of knowledge, its research started like other subjects. Historian started collection of every event and quote it in their books but they do not keep any yardstick for their truthfulness or otherwise. Therefore every incident become part of history. After the passing away of Hazrat Muhammad (Peace be upon him) a number of people linked their own narrations to holy prophet for propagation as their own thoughts and philosophy. Later on Ulama introduced the Ilm ul Hadith to judge their trueness.

Masudi was an historian and collected a number of narrations in history books without their confirmation. Masudi prove himself as an authority in the field of history and his books were used as reference books for others as reference book. It is therefore mandatory to judge the narrations. The present research article discussed the critical analysis of ancient history as explained by Masudi.

CC BY

Keywords: *Compilation, Beginning of universe, Historical narration, Researcher, Historian, Philosopher, Basic Sources*

اسلام تاریخ اور سابقہ امتوں کے واقعات سے عبرت لینے کا درس دیتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے واضح اشارہ فرماتے ہوئے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے:

فَاعۡتَبِرُوۡا یٰۤاُولِی الۡاَبۡصَارِ ۝ [1] کہ ان واقعات و قصص سے صرف اہل عقل ہی عبرت حاصل کرتے ہیں ، تفسیر کبیر میں امام فخر الدین رازی اس کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں : قال الفراء:(ياأولي الأبصار)يا من عاين تلك الواقعة المذكورة [2] یوں اسلام میں تاریخ اور تاریخی واقعات کا جمع کرنا صرف جائز ہی نہیں بلکہ آئندہ کے لوگوں اور نسلوں کی رہنمائی و ہدایت کے لئے مفید علم ہے ، تفسیر قرطبیؒ میں ہے : أي اتعظوا يا أصحاب العقول والأ لباب [3] لیکن یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ عموماً مورخین نے تاریخی روایات کو جمع کرتے وقت ہر رطب و یابس کو اپنی تاریخی کتب میں نقل کیا ہے اوران کی صحت کو کسی اصول و قواعد پر، پرکھنے کی زحمت کو گوارا نہیں کیاہے۔مسعودی نے بھی دوسرے چند مورخین کے نقش قدم پر چلتے ہوئے تاریخی روایات کی صحت کے لئے کوئی پیمانہ مقرر نہیں کیاہے بلکہ بعض اوقات تو واقعات کے نقل کرنے میں احتیاط سے کام نہیں لیتے ہیں اور یوں انکی کتابوں میں تحقیقی معیار کو پس پشت ڈالتے ہوئے ہر روایت شدہ بات کو اپنی کتابوں ، خصوصا اپنی اس تاریخی کتاب میں نقل کیا ہے۔مسعودی پیدائش عالم کے بارے میں نقل کرتے ہیں :

اتفق اهل العلم جميعاً من اهل الإسلام أن الله عز وجل خلق الأشياء على غير مِثَالٍ، وابتدعها من غير أصل، ثم رُوى عن ابن عباس وغيره «ان أول ما خلق الله عز وجل الماء، وكان عَرْشه عليه، فلما أراد أن يخلق الخلق أخرج من الماء دُخَانا، فارتفع الدخان فوق الماء فسماه سماء، ثم أيبَسَ الماء فجعله أرضاً واحدة.ثم فَتَقَها فجعلها سَبْعَ أَرَضين، فى يومين الأحد والاثنين، وخلق الأرض على حُوتٍ، والحوتُ هو الذى ذكره الله سبحانه فى القرآن فى قوله تعالى: ن والقلم وما يسطرون والحوتُ فى الماء، والماء على الصَّفَا، والصَّفَا على ظهر ملك، والملك على صخرة، .والصخرة على الريح۔ [4]

ترجمہ :مسلمانوں میں سے اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چیزوں کو بغیر مثال کے پیدا کیا اور بغیر اصل کے ایجاد کیا پھر ابن عباسؓ وغیرہ سے روایت ہے کہ (اللہ سے سب سے پہلے پانی کو پیدا کیا اور اس کا عرش پانی پر تھا،جب مخلوق پیدا کرنے کا ارادہ کیا تو پانی سے دھواں نکالا تو وہ دھواں پانی کے اوپر اٹھا اور اس کو آسمان سے موسوم کیا پھر پانی کو خشک کر کے اسے زمین بنادیا پھر اسے پہاڑ دیا اور اسکو اتوار اور سوموار کے دن سات زمین میں تقسیم کیا اور زمین کو حوت (مچھلی) پر پیدا کیا اور حوت وہ ہے جس کا اللہ نے قرآن مجید میں اپنے اس قول میں ذکر کیا کہ (نٓ وَ الۡقَلَمِ وَ مَا یَسۡطُرُوۡنَ ۙ) اور حوت پانی میں ہے اور پانی صفا پر ہے اور صفا ملک کی پشت پر اور ملک چٹان پر اور چٹان ہوا پر۔

مسعودی نے یہ روایت تفسیر طبری سے لی ہے،جس کی سند یوں ہے۔

فحدثنی موسی بن هارون، قال: حدثنا عمرو بن حماد، قال: حدثنا أسباط، عن السُّدّی فی خبر ذکرہ، عن أبی مالك، وعن أبی صالح، عن ابن عباس وعن مُرَّة، عن ابن مسعود، وعن ناس من أصحاب النبی صلی الله علیه وسلم ۔ [5]

اس سند میں سُدی ہے ۔ مفسرین میں سُدی نام کے دو شخص ہیں۔ایک سُدی صغیر اور ایک سُدی کبیر ۔ سُدی صغیر جس کا نام محمد بن مروان السُدی ہے ۔وہ تو بالاتفاق مجروح اور ضعیف ہے ۔ تفسیر کی کتابوں میں جب صرف سُدی ذکر کیا جائے تو اس سے مراد سُدی کبیر ہوتا ہے ۔جس کا نام ابو محمد اسماعیل بن عبد الرحمٰن بن ابی کریمہ السُدی الکوفی ہے تو اس کی تفسیری روایات کسی حد تک قابل اعتماد ہیں،اس کے بارے میں محققین کی آراء میں اختلاف ہے ، بعض اس کی توثیق کرتے ہیں اور بعض تضعیف۔

یحیٰ بن معین اس کو ضعیف قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ فی حدیثه ضعف یعنی ان کی احادیث میں ضعف ہے ۔ امام عقیلی کہتے ہیں کہ ضعیف و کان یتناول الشیخین یعنی ضعیف ہے اور شیخین یعنی ابو بکر اور عمر کی بد گوئی کرتے تھے ۔خود امام طبری کہتے ہیں لایحتج بحد یثه یعنی ان کی حدیث سے استدلال درست نہیں ۔امام جوز جانی کہتے ہیں کہ کذاب شتام یعنی جھوٹے اور تبرا باز ہیں ۔ امام فلاس عبد الرحمٰن بن مہدی کا قول نقل کیا ہے کہ وہ ضعیف ہیں ۔ [6] حسین بن واقد المروزی کہتے ہیں کہ سمعت من السدی فما قمت حتیٰ سمعته یشتم ابابکر و عمر فلم اعد الیه یعنی میں نے سدی سے احادیث سنی ہیں اور ان کو اس وقت چھوڑا جب اس کو سنا کہ وہ ابو بکر اور عمر کے خلاف بد زبانی کر رہے ہیں اس کے بعد میں ان کے پاس نہیں گیا [7].

اس کے علاوہ مسعودی نے اس روایت میں تفسیر طبری کے حوالے سے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کو نقل کیا ہے کہ سب سے پہلے پانی کو پیدا کیا گیا، جبکہ تاریخ طبری میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک اور روایت میں ہے کہ سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا گیا۔

حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ أَنَّ ابن عباس قال: إن أول شیء خلق الْقَلَمُ.، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: إِنَّ أَوَّلَ شَیءٍ خَلَقَ رَبِّی عَزَّ وَجَلَّ القلم، فقال له: اکتب، فکتب ما هو کَائِنٌ إِلَى أَنْ تَقُومَ السَّاعَةُ. وَقَالَ آخَرُونَ: بَلْ أَوَّلُ شَیءٍ خَلَقَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ خَلْقِهِ النُّورُ وَالظُّلْمَةُ.قال أبو جعفر: وأولی القولین فی ذلك عِنْدِی بِالصَّوَابِ قَوْلُ ابْنِ عَبَّاسٍ، لِلْخَبَرِ الَّذِی ذکرت عن رسول الله صلی الله علیه و اله وسلم قبل، أَنَّهُ قَالَ:أَوَّلُ شَیءٍ خَلَقَ اللَّهُ الْقَلَمَ۔ [8]

اعمش کہتے ہیں کہ ابن عباس نے فرمایا : کہ سب سے پہلی چیز جو پیدا کی گئی وہ قلم ہے ۔ابن عباس سے روایت ہے کہ پہلی چیز جو میرے رب نے پیدا کی وہ قلم ہے ۔پھر اسے کہا کہ لکھوں تو قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے وہ لکھ لیا۔ بعض دوسروں نے کہا کہ نہیں بلکہ اللہ نے اپنی مخلوق میں سے جو پہلی چیز پیدا کی وہ نور اور ظلمت ہے ۔ ابو جعفر نے کہا کہ دونوں قولوں میں صحیح قول میرے نزدیک ابن عباس کا ہے اس حدیث کی بناء پر جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سے پہلے ذکر کی ہے کہ آپ نے فرمایا : کہ سب سے پہلی چیز جو اللہ نے پیدا کی ہے وہ قلم ہے۔

اس کے علاوہ مسعودی نے اس روایت میں تفسیر طبری کے حوالے سے ابن عباس کے قول کو نقل کیا ہے کہ سب سے پہلے پانی پیدا کیا گیا۔جب کہ تاریخ طبری میں امام طبری نے ابن عباس کا یہ قول بھی پیش کیا کہ سب سے پہلی چیز قلم پیدا کی

گئی،اور اس کے ساتھ ساتھ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بھی پیش کی اور خود تبصرہ بھی کیا کہ ابن عباس کا یہی قول میرے نزدیک صحیح ہے۔

اس طرح مسعودی کی اوپر بیان کردہ روایت میں ہے کہ : پانی صفا پر ہے اور صفا ملک کی پشت پر اور ملک چٹان پر اور چٹان ہوا پر. جبکہ اس کے برعکس سعید بن جبیر کی روایت حسب ذیل ہے :

قَالَ: سُئِلَ ابْنُ عَبَّاسٍ عَنْ قَوْلِهِ عَزَّوجل:«وَكانَ عَرْشُهُ عَلَى الْماءِ» : عَلَى أَى شَىءٍ كَانَ الْمَاءُ؟ قَالَ: عَلَى مَتْنِ الرِّيحِ۔[9]

وہ کہتے ہیں کہ ابن عباس سے اس آیت کے بارے میں پوچھا گیا«وَكانَ عَرْشُهُ عَلَى الْماء یعنی اللہ کا عرش پانی پر تھا تو پانی کس چیز پر تھا؟ تو فرمایا کہ ہوا کے دوش پر۔

درجہ بالا بحث کے نتیجے پر ہم کہ سکتے ہیں کے مسعودی کی روایت کردہ روایت کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے پانی کو پیدا کیا تھااس کے مقابلے میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ روایت کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا تھا زیادہ وزنی اور راجح معلوم ہوتا ہے۔دنیا کے عمر کے بارے میں مسعودی نقل کرتے ہیں :

وأما اليهود فإنهم زعموا ان عمر الدنيا ستة آلاف سنة وأخذوا فى ذلك مأخذاً شرعياً، وذهبت النصارى الى ان عمر العالم ما ذهبت اليه الى هود ، وأما الصابئة من الحرانيين والكماريين فقد ذكرنا قولهم فى ذلك فى جملة قول اليونانيين، وأما المجوس فإنهم ذهبوا فى ذلك الى حد غير معلوم من نفاد قوة الهرمند وكيده، هود الشيطان.[10]

یہودیوں کا خیال ہے کہ دنیا کی عمر چھ ہزار سال ہو چکی ہے اور اس سلسلے میں اپنے مذہبی کتب سے استدلال کرتے ہیں اور نصاریٰ بھی دنیا کی عمر کے بارے میں یہود کے ہم خیال ہیں اور صابی فرقہ میں سے حرانی اور کماری یونانی حکماء کے ہم خیال ہیں اور مجوسی اس سلسلے میں ہرمندہ اور کیدہ (شیطان) کے قوت کے آغاز کو بتاتے ہیں جو نا معلوم ہیں۔

چونکہ دنیا کی عمر کے بارے میں مختلف اقوال ہیں ایک قول تو یہ چھ ہزار کا ہے ، لیکن ابن عباس رضی للہ عنہ سے ایک روایت سات ہزار ا(7000)کا بھی ہے اور ابو ثعلبہ الخشنی سے روایت ہے کہ چھ ہزار پانچ سو (6500)سال ہیں۔ چنانچہ تاریخ طبری میں ہے :

قول ابن عباس، الذى روينا عنه أنه قال: الدنيا جمعة من جمع الآخرة سبعة آلاف سنه۔[11]

ابن عباس کا قول جس کو ہم نے پہلے ان سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا ہے : کہ دینا آخرت کے جمع میں سے ایک جمعہ ہے یعنی سات ہزار سال ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دنیا کی عمر سات ہزار سال ہے۔

عن أبى ثعلبة الخشنى عنه، كان قدر سته آلاف وخمسمائة سنة، أو نحوا من ذلك وقريبا منه والله أعلم۔[12]

ابو ثعلبہ الخشنی ان سے روایت کرتے ہیں کہ دینا کی عمر کی مقدار کہ دنیا کی عمر چھ ہزار پانچ سو سال ہے یا اس کے قریب قریب ہے۔

لیکن یہاں پر مسعودی نے صرف یہود کے قول پر اعتماد کر کے مقدار بیان کی ہے اور اہل اسلام کے قول کو نقل نہیں کیا ہے لیکن یہ عیب صرف مسعودی میں نہیں اکثر مؤرخین اپنی بات کو نمکین بنانے کے لئے اسرائیلی روایات پر بلا تحقیق اعتماد کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ مسعودی نے جو لکھا ہے کہ مجوسی اس سلسلے میں ہرمندہ اور کیدہ (شیطان) کے قوت کے آغاز کو بتاتے ہیں جو نامعلوم ہیں۔ لیکن مؤرخ طبری کے بیان کے مطابق یہ مدت معلوم ہے چنانچہ یہ لکھتے ہیں:

وأما المجوس فإنهم يزعمون أن قدر مدة الزمان من لدن ملك جيومرت إلى وقت هجرة نبينا ثلاثة آلاف سنة ومائة سنة وتسع وثلاثون سنة۔[13]

ترجمہ: مجوس یہ گمان کرتے ہیں کہ آدم علیہ السلام سے لیکر ہجرت نبوی تک زمانے کی مدت کی مقدار تین ہزار ایک سو چھتیس (3136) سال ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ اس عبارت اور مسعودی کی عبارات میں تضاد ہے، لیکن ترجیح طبری کی عبارت کو دی جائے گی کیونکہ مسعودی بعد میں ہے اور طبری پہلے گزرے ہیں، نیز خود مسعودی بھی طبری کے حوالہ جات جگہ جگہ بیان کرتا ہے۔

وروی عن امیر المومنین علی بن ابی طالب علیه السلام أنه قال: إن الله حين شاء تقدير الخليقة وذَرْءَ البرية وإبداع المبدعات نصب الخلق فی صور كالهَبَاء قبل دَحْوِ الأرض ورفع السماء، وهو فی انفراد ملكوته وتوحد جبروته فأتاح نوراً من نوره فلمع، ونزع قبساً من ضيائه فسطع، ثم اجتمع النور فی وسط تلك الصور الخفية فوافق ذلك صورة نبينا محمد صلى الله عليه وسلم۔[14]

اس سلسلے میں امیر المومنین حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ جب اللہ نے تخلیق عالم و مخلوق پیدا کرنا چاہی تو زمین کو پھیلانے اور آسمان کو اٹھانے سے قبل (خاک) گرد کے ذرات کی صورت میں مخلوق کو بنایا اور اللہ نے اپنی انفرادی بادشاہت اور جبروت کیوحدت سے اپنےنور سے ایک نور کو روشن کیا پس وہ چمکا اور اللہ کی روشنی سے روشنی حاصل کر کے روشن ہونے لگا پھر پوشیدہ شکلوں کے وسط میں وہ نور جمع ہونے لگا اور یہ نور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کے موافق تھی۔

مسعودی کی یہ روایت اس آیت کے خلاف ہے جس میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰي ڔ شَهِدْنَا[15]

ترجمہ: اور جب تیرے رب نے بنی آدم کی پشتوں (پیٹھوں) سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان کو اپنے اوپر گواہ بنایا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں تو انہوں نے جواب دیا کہ کیوں نہیں، ہم گواہی دیتے ہیں۔

تو اس آیت سے تو ثابت ہے کہ آدم علیہ السلام کے پیٹھ سے ان کی اولاد کو اور اولاد کی پیٹھوں سے ان کے اولاد کو نکالا اور یہ آدم کی پیدائش کے بعد تھا اور اس وقت آسمان اور زمین پیدا ہوئے تھے جبکہ مسعودی نے لکھا ہے کہ زمین کو پھیلانے اور اسمان کو اٹھانے سے قبل گرد کے ذرات کی صورت میں مخلوق کو پیدا کیا۔ چنانچہ ماوردی اپنی تفسیر النکت والعیون میں لکھتے ہیں۔

أنه أخرجهم كالذر وألهمهم هذا فقالوه۔[16]

ترجمہ: کہ اللہ نے ان کو چیونٹیوں کی شکل میں نکالا اور ان کو یہ الہام کیا تو انہوں نے یہ جواب

دیا۔

اس کے علاوہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی اس آیت کی تفسیر اسی طرح منقول ہے، چنانچہ نجم الدین ابو القاسم نے اپنی تفسیر ابن عباس کی روایت نقل کی ہے :

وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيْٓ اٰدَمَ : قال ابن عباس: أخرج الله من ظهر آدم ذريته، وأراه إياهم كهيئة الذر، وأعطاهم من العقل۔ [17]

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کی اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی پشت سے ان کی اولاد کو نکالا اور آدم علیہ السلام کو چیونٹیوں کی شکل میں دکھایا، اور ان کو عقل دی اور پھر ان سے وعدہ لیا گیا۔
اس سے بھی ثابت ہوا کہ یہ واقعہ آدم علیہ السلام کی پیدائش کے بعد کا ہے۔

اس کے علاوہ اکثر مفسرین کے ہاں یہ وعدہ بھی زمین پر لیا گیا، البتہ جگہ میں اختلاف ہے کہ کون سی جگہ ہے، چنانچہ "اللباب" کے مصنف نے ابن عباس کا قول نقل کیا ہے :

واختلفوا في موضع الميثاق.قال ابن عباس: ببطن نعمان، وهو وادٍ إلى جنب عرفة وروى عنه أنه بدَهْنا في أرض الهندِ، وهو الموضعُ الذى هبط آدم عليه.وقال الكلبى: بين مكة والطائف۔ [18]

میثاق کی جگہ میں اختلاف ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ یہ بطن نعمان ہے جو عرفہ کے پہلو میں ایک وادی ہے اور آپ سے ایک روایت یہ ہے کہ یہ ہندوستان میں "دھنا" کا مقام ہے اور یہ وہ جگہ ہے جہاں آدم علیہ السلام اتار دئے گئے تھے اور کلبی نے کہا ہے کہ یہ مکہ اور طائف کے درمیان ہے۔

تو اس سے بھی یہ بات معلوم ہو گئی کہ مسعودی نے جو کہا ہے جب اللہ نے تخلیق عالم و مخلوق کرنا چاہی تو زمین کو پھیلانے اور آسمان کو اٹھانے سے قبل (خاک) گرد کے ذرات کی صورت میں مخلوق کو بنایا۔ یہ بات صحیح نہیں کیونکہ مخلوق میں تو آدم علیہ السلام بھی شامل ہیں اور آدم علیہ السلام کی پیدائش کے وقت اسمان اور زمین پیدا کئے گئے تھے۔

وهذا موضع تنازع بين الناس من اهل الملة، ممن قال بالنص وغيرهم من أصحاب الاختيار، والقائلون بالنص هم الأباضية ابل الإمامة من شيعة على بن أبى طالب رضى الله عنه والطاهرين من ولده الذين زعموا أن الله لم يخلِ عصراً من الأعصار من قائم بحق الله: إما أنبياء، وإما أوصياء منصوص على أسمائهم وأعيانهم من الله ورسوله، وأصحاب الاختيار هم فقهاء الأمصار والمعتزلة وفرق من الخوارج والمرجئة وكثير من أصحاب الحديث والعوام وفرق من الزّيدية، فزعم هؤلاء أن الله ورسوله فوّض الى الامة ان تختار رجلًا منها فتنصبه لها إماماً، وان بعض الأعصار قد يخلو من حجة الله، وهو الإمام المعصوم عند الشيعة۔ [19]

اور اس مقام پر (نور محمدی ﷺ کے نسل در نسل اماموں کی صورت میں منتقل ہونے میں) ملت کے لوگوں میں اختلاف ہے بعض تو نص سے ثابت کرتے ہیں اور بعض اصحاب الاختیار ہیں جو نص کے قائل ہیں وہ شیعان علیؓ اور اس کے اولاد میں سے فرقہ امامیہ میں سے اباضیہ ہیں کہ کوئی زمانہ خالی نہیں رہا ہے مامور من اللہ امام سے جو یا تو نبی ہوتے ہیں یا وصی۔ ان کے نام اللہ اور رسول کی طرف سے منسوب ہیں اور اصحاب الاختیار کہتے ہیں کہ اللہ نے اس امت کو کسی آدمی کے منتخب

کرنے کا اختیار دیا ہے کہ وہ اپنے لئے اس کا امام بنائے یہ فقہاء، معتزلہ، خوارج اور مرجئہ کے بعض فرقے اصحاب الحدیث، عوام اور زیدیہ کے فرقے ہیں . اور بے شک بعض زمانے حجت اللہ سے خالی ہوتے ہیں۔اور یہ شیعہ کا امام معصوم ہوتا ہے۔

مسعودی چونکہ شیعہ ہیں اس لئے وہ شیعہ عقائد پوری ملت کی طرف منسوب کرتے ہیں۔اس پیرا گراف میں وہ عقیدہ امامت کو ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ ہر زمانے میں نوری محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک امام کی شکل میں ظہور ہوتا ہے ، لیکن اس میں اختلاف ہے کہ امام کی امامت نص سے ثابت ہے یا امت کے معتبر لوگوں کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ اپنے لئے امام کا انتخاب کرے تو مسعودی لکھتا ہے کہ شیعان علی میں سے فرقہ امامیہ کا ایک ذیلی فرقہ اباضیہ کے ہاں اس امام کی امامت اللہ اور رسول اللہ کی طرف سے منصوص ہوتا ہے اور متعین ہوتا ہے۔جب کہ ان کے فقہاء، معتزلہ ،خوارج، مرجئہ، اصحاب الحدیث، عوام اور زیدیہ کے فرقے کہتے ہیں کہ یہ امام منصوص تو نہیں ہوتا البتہ امت کو اختیار ہوتا ہے کہ وہ اپنے لئے امام منتخب کرے اور یہ امام شیعہ کے ہاں معصوم ہوتا ہے۔

لیکن ان کا یہ عقیدہ من گھڑت ہے کہ وہ اللہ اور رسول کی طرف سے منصوص اور مامور ہوتا ہے یا معصوم ہوتا ہے۔عصمت صرف انبیاء کے لئے ثابت ہے قرآن مجید میں ہے :

قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ ۝ [20]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرا وعدہ امامت (نبوت) ظالموں کو نہیں پہنچے گا۔

ظلم کا اطلاق چھوٹے اور بڑے گناہ دونوں پر ہوتا ہے۔یعنی انبیاء دونوں قسم کے گناہوں سے پاک ہوتے ہیں اور اس فضیلت میں کوئی بھی ان کے ساتھ شریک نہیں ۔ چنانچہ اس سلسلے میں امام خازنؒ فرماتے ہیں :

قال الإمام والمختار عندنا لم يصدر عنهم ذنب لا صغيرة ولا كبيرة من حين جاءتهم النبوة. ويدل عليه وجوه أحدها: لو صدر الذنب عنهم لكانوا أقل درجة من أحد الأمة وذلك غير جائز لأن درجة الأنبياء غاية في الرفعة والشرف۔[21]

امام فخر الدین رازی کہتے ہیں کہ قول مختار ہمارے ہاں یہ ہے کہ انبیاء سے نبوت کے بعد صغیرہ اور کبیرہ دونوں گناہ صادر نہیں ہو سکتے اور اس پر کئی باتیں دلالت کرتی ہیں،ان میں سے ایک یہ ہے کہ اگر ان سے گناہ کا صدور ہو تو وہ امت سے کم درجہ کے ہوں گے اور یہ جائز نہیں کیونکہ انبیاء کی رفعت و شرف انتہائی اونچے درجہ پر ہے۔

اس کے علاوہ البحر المحیط میں ہے :

قَالَ هَذَا رَبِّي قَالَ ابْنُ الْأَنْبَارِي: وَهَذَا شَاذٌّ لِأَنَّهُ لَا يجُوزُ أَنْ يحْذَفَ الْحَرْفُ إِلَّا إِذَا كَانَ ثَمَّ فَارَقٌ بَينَ الْإِخْبَارِ وَالِاسْتِخْبَارِوَإِذَا كَانَتْ خَبَرِيةً فَيسْتَحِيلُ عليه أَنْ يكُونَ هَذَا الْإِخْبَارُ عَلَى سَبِيلِ الِاعْتِقَادِ وَالتَّصْمِيمِ لِعِصْمَةِ الْأَنْبِياءِ مِنَ الْمَعَاصِي، فَضْلًا عَنِ الشِّرْكِ بِاللَّهِ۔[22]

ابراہیم علیہ السلام نے ستاروں کو دیکھ کر یہ جو فرمایا کہ یہ میرا رب ہے ، ابن الانباری کہتے ہیں کہ یہ شاذ ہے کیونکہ حرف کا حذف کرنا جائز نہیں مگر اس وقت کہ اخبار اور استخبار کے درمیان کوئی فرق کرنے والی کوئی چیز موجود ہو۔اور جب یہ جملہ خبریہ ہے تو یہ محال ہے کہ یہ خبر دینا اور

اعتقاد اور پختگی کے لحاظ ہو کیونکہ انبیاء تو عام گناہوں سے بھی معصوم ہیں شرک تو بڑی چیز ہے۔

ان حوالوں سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ انبیاء علیہم السلام تو معصوم ہیں، جب کہ اسکے علاوہ اماموں کی عصمت کا عقیدہ دعویٰ بلا دلیل ہے قرآن و حدیث میں اس پر کوئی دلیل نہیں۔ نیز یہ کہ اگر امام بھی معصوم ہو تو نبی اور امام کا مرتبہ یکساں ہو جائے گا۔

> ثم شاء الله عز وجل أن يخلق آدم فقال الله للملائكة: إنى جاعل فى الأرض خليفة فقالوا: ربنا وما يكون ذلك الخليفة؟ قال تكون له ذرية، ويفْسِدون فى الأرض، ويتحاسدون، ويقتل بعضهم بعضاً، فقالوا ربنا أتجعل فيها من يفسد فيها ويسفك الدماء ونحن نسبح بحمدك ونقدس لك؟ قال: إنى أعلم ما لا تعلمون۔[23]

> پھر جب اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کرنا چاہا تو فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں اپنا خلیفہ بنانا چاہتا ہوں تو فرشتوں نے کہا کہ یہ خلیفہ کیسا ہوگا تو فرمایا کہ اس کی اولاد ہوگی اور زمین میں فساد پھیلائیں گے اور آپس میں حسد کریں گے اور ایک دوسرے کو قتل کریں گے تو کہنے لگے کہ اے ہمارے رب کیا تو پیدا کرتا ہے اس زمین میں جو اس میں فساد کرے گا اور خون بہائے گا اور ہم تیری تعریف اور تقدیس بیان کرتے ہیں۔ فرمایا کہ میں جانتا ہوں وہ جو تم نہیں جانتے۔

مسعودی کی تفسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ نے فرشتوں کو خبر دی۔ کہ اس خلیفہ کی اولاد ہوگی زمین میں فساد پھیلائیں گے، حسد کریں گے اور ایک دوسرے کو قتل کریں گے۔ جب کہ ابن عباس اور دوسرے مفسرین کہتے ہیں کہ فرشتوں کو یہ بات جنات کے حالات سے معلوم ہو چکی تھی جو اس سے پہلے زمین کے باشندے تھے۔ امام طبری اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں :

> عن ابْنِ عَبَّاسٍ أن الملائكة قالت ذلك كذلك للذين قد كانوا عهدوا من أمر الجن الذين كانوا سكان الأرض قبل ذلك، فقالوا لربهم جل ثناؤه لما قال لهم: « اِنِّیۡ جَاعِلٌ فِی الۡاَرۡضِ خَلِیۡفَۃً » أتجعل فيها من يكون فيها مثل الجن الذين كانوا فيها، فكانوا يسفكون فيها الدماء ويفسدون فيها ويعصونك، وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لك۔[24]

> ترجمہ: ابن عباس سے روایت ہے کہ ملائکہ نے یہ اس لئے کہا کہ انہوں نے جنات کے احوال کو دیکھا تھا جو اس سے پہلے زمین کے باشندے تھے تو اللہ تعالیٰ سے عرض کیا جب اللہ نے فرمایا «اِنِّیۡ جَاعِلٌ فِی الۡاَرۡضِ خَلِیۡفَۃً » کہ میں زمیں میں خلیفہ پیدا کرنے والا ہوں کہ آپ اس میں ایسی مخلوق پیدا کرتے ہیں جو جنات کی طرح ہوں گے کہ انہوں نے زمین میں خون بہایا اس میں فساد پھیلایا اور تیری نافرمانی کی حالانکہ ہم آپ کی تسبیح، تحمید اور تقدیس بیان کرتے ہیں۔

مسعودی کی روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فرشتوں نے یہ بات بطور اعتراض کے کہی تھی حالانکہ ایسا نہیں بلکہ وہ اس خلیفہ کی پیدائش کی حکمت جاننا چاہتے تھے۔ کیونکہ فرشتے معصوم ہیں۔ ان کا یہ سوال بطور اعتراض کے نہیں ہو سکتا۔ اللہ کا ارشاد ہے :

> لَّا یَعۡصُوۡنَ اللّٰہَ مَاۤ اَمَرَہُمۡ وَ یَفۡعَلُوۡنَ مَا یُؤۡمَرُوۡنَ ۝[25]

> ترجمہ : یعنی فرشتے اللہ کے امر کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم ان کو ملتا ہے۔ ویسا ہی کرتے ہیں۔

اس کے علاوہ اکثر مفسرین کی رائے بھی یہی ہے کہ فرشتے اللہ کی نافرمانی نہیں کرسکتے۔ ان کا یہ سوال بطور استرشاد یا تعجب کے تھا۔ چنانچہ "الھدایہ الی بلوغ النہایہ "کا مصنف لکھتے ہیں :

روی كثير من المفسرين أن الملائكة علمت بفساد من سكن الأرض من الجن وسفكهم للدماء، فقالوا على طريق الاسترشاد وطلب الفائدة: --فسألوا مسترشدين لا منكرين، إذ لا علم عندهم بما يكون من أمر الخليفة التى أعلمهم الله أنه خالقها۔[26]

ترجمہ :اکثر مفسرین یہ روایت کرتے ہیں کہ فرشتوں کو جنات کے فساد سے اور ان کے خون بہانے سے جو زمین کے باشندے تھے ، پتہ چلا تھا، تو انہوں نے استرشاد اور طلب فائدہ کے لئے عرض کیا، ان کا سوال حصول علم کے لئے تھا انکار کے لئے نہیں۔ کیونکہ ان کو علم نہیں تھا کہ اس خلیفہ کا کیاکام ہوگا جس کی پیدائش کی اللہ نے ان کو خبر دی۔

چنانچہ تفسیرابن کثیر میں ہے۔

وَقَوْلُ الْمَلَائِكَةِ هَذَا لَيسَ عَلَى وَجْهِ الِاعْتِرَاضِ عَلَى اللَّهِ، وَلَا عَلَى وَجْهِ الْحَسَدِ لِبَنِى آدَمَ، كَمَا قَدْ يتَوَهَّمُهُ بَعْضُ الْمُفَسِّرِينَ[27]

اور ملائکہ کا یہ قول اللہ پر اعتراض اور بنی آدم پر حسد کی وجہ سے نہیں تھا، جیسا کہ بعض مفسرین نے وہم کیا ہے۔

وأهبط الله آدم بسرنديب، وحواء بجُدَّةَ، وإبليس ببيسان، والحية بأصبهان، فهبط آدم بالهند على جزيرة سرنديب على جبل الراهون وعليه الورق الذى خَصَفَه من ورق الجنة، فيبس، فَذَرَتْه الرياح فانتثر فى بلاد الهند، فيقال والله أعلم: إن علة كون الطيب بأرض الهند من ذلك الورق، وقيل غير ذلك، ولذلك خصت أرض الهند بالعود والقرنفل-------وإن آدم لما أهبط من الجنة أخرج منها ومعه صرة من الحنطة وثلاثون قضيباً من شجرات الجنة مودعة أصناف الثمار: منها عشرة مما له قِشْرٌ، وهى: الجوز، واللوز، والجلوز، ومو البندق، والفستق، والخشخاش، والشاهبلوط، والرانج، والرمان، والموز، والبلوط [28]

اللہ پاک نے آدم علیہ السلام کو سراندیپ میں حوا کو جدہ میں ابلیس کو بیسان میں اور سانپ کو اصفہان میں اتارا۔ آدم علہ السلام کو سراندیپ کے پہاڑ راہون پر اتارااور اس پر وہ پتے ہیں جو آپ نے اپنے جسم کے ساتھ جنت میں چپکائے تھے تو ہوا نے اسے اڑائے اور وہ ہندوستان میں پھیل گئے۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اسی پتے کی وجہ سے ہندوستان میں خوشبو پائی جاتی ہے اور اس کے علاوہ بھی اقوال ہیں اور اسی وجہ سے ہندوستان کی زمین عود اور لونگ کے ساتھ خاص ہےاور جب آدم علیہ السلام جنت سے زمین پر اتار دئے گئے تو آپ کے ساتھ گندم کا ایک تھیلا اور جنت کے درختوں کے تیس شاخ تھے جن میں مختلف قسم کے پھل تھے ۔ ان میں دس چھلکے والے تھے مثلا اخروٹ ، بادام، مونگ پھلی نارنگی،انار، سیب، خشخاش، پستہ،کیلا، کھیرا، کیکڑی۔

مسعودی اقوال مختلفہ میں سے کسی قول کو اختیار کرتے ہیں تو جزم کے ساتھ بلا تحقیق نقل کرتے ہیں حالانکہ اس کو چاہیے تھا کہ کہتا کہ اس بارے میں دیگر اقوال بھی ہیں مثلااوپر کی روایت میں اس نے لکھا کہ آدم علیہ السلام ہندوستان میں اترے

اور سر اندیپ پر اترے حالانکہ یہاں دیگر اقوال بھی ہیں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قال: أُهْبِطَ آدَمُ مِنَ الْجَنَّةِ بِدَحْنا، أَرْضِ الْهِنْدِ:
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: أُهْبِطَ آدَمُ، عليه السَّلَامُ، إِلَى أَرْضٍ يقَالُ لَهَا: دَحْنا، بَيْنَ مَكَّةَ وَالطَّائِفِ.
وَعَنِ الْحَسَنِ الْبَصْرِي قَالَ: أُهْبِطَ آدَمُ بِالْهِنْدِ. عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: أُهْبِطَ آدَمُ بِالصَّفَا، وَحَوَّاءُ بِالْمَرْوَةِ [29]

ترجمہ :ابن عباس کی ایک روایت یہ ہے کہ آدم علیہ السلام ہندوستان میں دحنا کے مقام پر اتار دیے گئے جب کہ ابن عباس کی دوسری روایت یہ ہے کہ آپ دحنا کے مقام پر اتار دئے گئے جو مکہ اور طائف کے درمیان ہے۔ حسن بصری کی روایت یہ ہے کہ آپ ہندوستان میں اتار دئے گئے۔ ابن عمر کی روایت یہ ہے کہ آپ کوہ صفا پر اور حوا کوہ مروہ پر اُتار دئے گئے۔

وإن آدم عليه السلام تَاقَ الى حواء فغشيها فاشتملت على ذكر وأنثى فسمى الذكر قاين والأنثى لوبذاء، ثم عاود الغشيان فاشتملت حواء أيضاً على ذكر وأنثى فسمى الذكر هابيل والأنثى إقليمياء، وقد تنوزع في اسم الولد الاول منهما: فذهب الأكثر من اهل الكتاب وغيرهم أن اسمه قاين على ما ذكرنا، ومنهم من رأى أن اسمه قابيل وهو قول فريق من الناس، والأغلب ما قدمناه [30]

اور آدم علیہ السلام نے جب حوا کے ساتھ تعلقات زوجیت قائم کئے تو پہلے حمل میں ایک لڑکا اور لڑکی تھی لڑکے کا نام قائن اور لڑکی کا نام لوبذاء رکھا دوبارہ حمل میں بھی ایک لڑکا اور لڑکی تھی لڑکے کا نام ہابیل اور لڑکی کا نام اقلیمیاء رکھا پہلے لڑکے کے نام میں اختلاف ہے۔ اہل کتاب وغیرہ میں سے اکثر نے لڑکے کا نام قائن بتایا، جیساکہ ہم نے ذکر کیاہے اور بعض کی رائے یہ ہے کہ اس کا نام قابیل ہے اور یہ لوگوں میں سے ایک فریق کا قول ہے، مگر اکثریت کی رائے وہی ہے جو ہم نے آگے بیان کیا۔

وذكر اهل الكتاب أن آدم زَوَّج أخت هابيل لقاين، واخت قاين لهابيل، وفرق في النكاح بين البطنين، وهذه كانت سنة آدم عله السلام احتياطاً لأقصى ما يمكنه في ذوى المحارم لموضع الاضطرار [31]

اور اہل کتاب نے ذکر کیاہے کہ آدم علیہ السلام نے ہابیل کی بہن کی قائن سے اور قائن کی بہن کی ہابیل سے شادی کی اور دونوں حمل کے نکاح میں فرق رکھا، اور یہی فرق سنت آدم ٹھراتا کہ ذوی الارحام میں ممکن حد تک مجبوراًدوری برقرار رکھے۔

وإن هابيل وقاين قرّب قرباناً فَتَحَرَّى هابيل أجود غنمه وأجود طعامه فقربه، وتحرى قاين شر ماله وقربه، فكان من أمرهما ما قد حكاه الله تعالى في كتابه العزيز من قتل قاين هابيل، قال المسعودي: وقد استفاض في الناس شعر يعْزُونه إلى آدم، أنه قال حين حزن على ولده وأسف على فقده، وهو۔ وقَتَّلَ قاينٌ هابيل ظلما ... فوا أسفا على الوجه المليح [32]۔

ہابیل اور قائن نے قربانی کی تو ہابیل نے عمدہ بکریوں اور عمدہ خوراک کی قربانی کی اور قائن نے

بدترین مال کی قربانی کی۔ تو ان کا واقعہ وہ ہے جو اللہ نے قرآن مجید میں ذکر کیا ہے کہ قائن نے ہابیل کو قتل کیا۔ مسعودی کہتے ہیں کہ لوگوں میں ایک شعر مشہور ہے جس کی حضرت آدم علیہ السلام کیطرف نسبت کرتے ہیں جو اپنے بیٹے کی جدائی پر غمگیں ہو کر کہا تھا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ قائن نے ہابیل کو ظلم کر کے قتل کیا۔ پس میں اس کے نمکین چہرہ کو یاد کر کے غمگیں ہوتا ہوں۔

مسعودی نے ان مختلف مقامات پر آدم علیہ السلام کے بیٹوں کے نام قائن اور ہابیل لکھے ہیں۔ ہابیل کے نام میں تو اتفاق ہے لیکن قائن کے بارے میں وہ اسرائیلی روایات پر اعتماد کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اکثر کی رائے یہ ہے کہ اس کا نام قائن ہے۔ پتہ نہیں کہ وہ اکثر اہل اسلام مراد لیتے ہیں یا اکثر اہل کتاب۔ اہل اسلام میں سے اکثر کا قول یہ ہے کہ اس کا نام قابیل ہے۔ چنانچہ ابن کثیر فرماتے ہیں :

ابْنی آدَمَ لِصُلْبِهِ فِي قَوْلِ الجمهورِوَهُمَا هابيل وَقَابِيل[33]

آدم علیہ السلام کے دو صلبی بیٹے (جن کا قرآن میں واقعہ ذکر ہے) جمہور کے مطابق وہ ہابیل اور قابیل ہیں۔

شمس الدین قرطبی بھی کہتے ہیں کہ وہ قابیل اور ہابیل تھے اور قابیل نے ہابیل کو قتل کیا۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں :

وَقَتَلَ قَابِيلُ هابيل[34]

اور قابیل نے ہابیل کو قتل کیا۔

ابن جریر کے ہاں بھی ان کے نام ہابیل اور قابیل ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

قال: هما هابيل وقابيل[35]

ابن جریر نے کہا کہ وہ ہابیل اور قابیل ہیں۔

خلاصۃ البحث :

مذکورہ بالا تصریحات و توضیحات کی روشنی میں ہم اس نتیجے پر پہنچ سکتے ہیں کہ ابتدائے عالم اور حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق مسعودی کی روایت کردہ روایات کو من و عن قبول نہیں کیا جاسکتا مثلاً مسعودی کا یہ بیان کہ تخلیقی عمل میں اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے پانی کو پیدا فرمایا تھا جب کہ قوی اور صحیح روایات کے مطابق تخلیق کائنات کے عمل میں اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا فرمایا تھا۔ دنیا کے امور کے بارے میں مسعودی نے یہود کے اقوال پر اعتماد کر کے مقدار بیان کی ہے جو کہ تین ہزار ایک سو چھتیس (3136) سال ہیں جب کہ اہل اسلام کے اقوال کی طرف التفات نہیں کیا ہے کیونکہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں دنیا کی عمر تقریباً سات ہزار سال جب کہ ابو ثعلبہ الخشنی کی روایت کے مطابق چھ ہزار پانچ سو (6500) سال یا اس کے قریب ہے۔ کائنات کی تخلیقی عمل میں زمین و آسمان کی پیدائش کے قبل گرد کے زرات صورت میں مخلوق کی پیدائش کا بیان بھی قرآن و حدیث کی تصریحات سے متصادم ہے کیونکہ قرآن پاک اور صحیح احادیث سے یہ حقیقت واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام بنی نوع انسان کی ارواح کو حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے نکالا تھا۔ اہل تشیع کے نظریہ امامت کو اہل ملت کا نظریہ قرار دے کر غلط بیانی سے کام لیا ہے کیونکہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک نظریہ امامت کا تصور نہیں ہے مزید برآں اماموں کی

معصومیت کا نظریہ بھی قرآن حکیم اور صحیح روایات کے برعکس ہے کیونکہ قرآن وسنت کے مطابق معصومیت کی صفت انبیاء کرام کے ساتھ مخصوص ہے۔انبیاء کرام کے علاوہ کسی اور کے لئے تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔

بنی آدم کی زمین پر خلافت کی صورت میں بنی نوع انسان کی زمین پر خون ریزی وفساد کے بارے میں مسعودی کی روایات کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو بتلایا تھا کہ انسان زمین پر خون ریزی و فساد کرے گا۔ صحیح روایات سے اس کی تصدیق نہیں کی جاسکتی کیونکہ اکثر مفسرین یہ روایت کرتے ہیں کہ فرشتوں نے جنات کے فساد اور ان کے خون بہانے پر جو زمین کے باشندے تھے استدلال کیا تھا اور حضرت آدم علیہ السلام کا زمین پر اترنے کے بارے میں مختلف روایات ہیں۔ لیکن مسعودی نے صرف ایک قول پر اکتفا کر کے جزم کے ساتھ بیان کیا ہے جب کہ باقی روایات کو نظر انداز کیا ہے۔اس کے علاوہ آدم علیہ السلام کا زمین پر اترنے کے وقت مسعودی نے جن مختلف قسم کے پھلوں کے لانے کا ذکر کیا ہے کسی اور محقق و مؤرخ نے اس کی تائید نہیں کی ہے۔آدم علیہ السلام کے اس بیٹے کا نام جس نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کیا اسرائیلی روایات پر اعتماد کر کے قائن لکھا ہے جب کہ اہل اسلام کے مشہور مفسرین و مؤرخین اس کا نام قابیل بتاتے ہیں۔ لہٰذا مسعودی کی بیان کردہ روایات کو پرکھنے کی ضرورت ہے تاکہ مسعودی کی تاریخ پڑھنے سے قاری غلط فہمی کا شکار نہ ہو اور صحیح تاریخی حقائق سے آگاہی حاصل ہو۔

This work is licensed under a
Creative Commons Attribution 4.0 International Licence.

حوالہ جات (References)

[1] ۔القرآن، سورۃالحشر:2

[2] ۔الرازی، فخر الدین (امام)۔التفسیر الکبیر۔ بیروت، دارالکتب العلمیہ۔ 1425ھ، 2004ء

[3] ۔قرطبی، ابو عبداللہ محمد بن احمد، تفسیر قرطبی، کراچی، ضیاء القران 2012، ج9، ص315

[4] ۔مسعودی، مروج الذھب و معادن الجواہر، دارالاندلس بیروت 1965، ج 1، ص 8

[5] ۔الطبری، جامع البیان فی تأویل القرآن، المحقق احمد محمد شاکر، الناشر مؤسسۃ الرسالۃ الطبعۃ الأولی 1420ھ۔ ج1، ص435

[6] ۔العسقلانی ,احمد بن علی بن حجر (ابو الفضل الشافعی)، الطبعۃ الأولی , تقریب التھذیب، سوریا, دار الرشید ۱۴۰۶ ,ج1ص313، 314 بحوالہ محمد تقی عثمانی، علوم القرآن، مکتبہ دارالعلوم کراچی طبع سوم 2016 ،ص488

[7] ۔ایضاً

[8] ۔طبری، ابن جریر تاریخ الرسل والملوک، الطبعۃ الثانیۃ, بیروت ,دار التراث , 1387ھ۔ ,ج1ص34

[9] ۔طبری، ابن جریر تاریخ الرسل والملوک، الطبعۃ الثانیۃ, بیروت ,دار التراث , 1387ھ۔ ,ج1ص40

[10] ۔مسعودی، مروج الذھب و معادن الجواہر، ج2، ص 260

[11] ۔ ابن جریر طبری، تاریخ الرسل والملوک، ج1، ص16

[12] ۔ایضاً، ج1ص17

[13] ۔ ابن جریر طبری، تاریخ الرسل والملوک، ج1، ص18

[14] ۔مسعودی، مروج الذھب و معادن الجواہر، ج2، ص261

[15] ۔القران، سورت الاعراف: 172

[16] ۔ابوالحسن علی بن محمد بن محمد بن حبیب البصری البغدادی، تفسیر الماوردی،الناشر دار الکتب العلمیۃبیروت لبنان ج2، ص279

[17] ۔ محمود بن إبی الحسن بن الحسین النیسابوری إبو القاسم، إیجاز البیان عن معانی القرآن،الناشر دارالغرب الإسلامی بیروت ،الطبعۃ الأولی1415ھ۔ج1، ص346

[18] ۔إبو حفص سراج الدین عمر بن علی بن عادل الحنبلی الدمشقی النعمانی، اللباب فی علوم الکتاب،الناشر دار الکتب العلمیۃبیروت لبنان، الطبعۃالأولی 1419ھ ،ج9، ص378

[19] ۔المسعودی، مروج الذہب ومعادن الجوہر، ج1ص49

[20] ۔القران، سورۃالبقرۃ: 124

[21] ۔علاء الدین علی بن محمد بن إبراہیم بن عمر الشیحی إبو الحسن، لباب التأویل فی معانی التنزیل،الناشر دار الکتب العلمیۃبیروت،الطبعۃالأولی1415ھ۔ج3 ، ص216

[22] ۔إبو حیان محمد بن یوسف بن علی بن یوسف بن حیان إثیر الدین الأندلسی، البحر المحیط فی التفسیر ،الناشر دار الفکر بیروت الطبعۃ1420ھ، ج4، ص565

[23] ۔المعسودی، مروج الذہب ومعادن الجوہر، ج1، ص40

[24] ۔ محمد بن جریر الطبری إبو جعفر، تاریخ الطبری، دار الکتب العلمیۃ بیروت الطبعۃالأولی، ۱۴۰۷ھ، ج1، ص89

[25] ۔القران، سورۃالتحریم: 6

[26] ۔إبو محمد مکی بن إبی طالب حَمّوش بن محمد بن مختار القیسی القیروانی ثم الأندلسی القرطبی المالکی، الہدایۃ إلی بلوغ النہایۃ،الناشر مجموعۃبحوث الکتاب والسنۃ،الطبعۃالأولی1429ھ، ج1، ص216

[27] ۔إبو الفداء إسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی البصری ثم الدمشقی، تفسیر القرآن العظیم،الناشر دارطیبۃللنشر والتوزیع الطبعۃ الثانیۃ 1420ھ، ج1، ص216

[28] ۔ المسعودی، مروج الذہب ومعادن الجوہر، ج1، ص44

[29] ۔ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ج،1ص237

[30] ۔المسعودی، مروج الذہب ومعادن الجوہر، ج1، ص45

[31] ۔ایضاً

[32] ۔ المسعودی، مروج الذہب ومعادن الجوہر، ج1، ص45

[33] ۔ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ج3، ص81

[34] ۔ إبو عبد اللہ محمد بن إحمد بن إبی بکر بن فرح الأنصاری الخزرجی شمس الدین القرطبی ، الجامع لأحکام القرآن الناشر دارالکتب المصریۃالقاہرۃالطبعۃالثانیۃ1384ھ۔ج6 ،ص133۔

[35] ۔ محمد بن جریر الطبری إبو جعفر ،جامع البیان فی تأویل القرآن ،الناشر مؤسسۃ الرسالۃ الطبعۃالأولی1420ھ ،ج 10 ص208